

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

یہ مہینہ — ربيع الاول — جس سے ہم گزر رہے ہیں، قدرتی بات ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے، محبت کی ایک لہر اٹھتی ہے، حضور کی عظمت و رفعت و شان کا تصور کر کے اور حضور کی نعتوں کی گونج فضا میں پیدا کر کے اور حضور کی کتاب سیرت کے سنہرے اوراق کو پلٹ پلٹ کر اپنی خوش نصیبی کا احساس ہوتا ہے کہ ہمیں انسانیت کے ایسے قائد و راہد سے وابستگی نصیب ہوئی۔

مگر بات صرف خوشی اور خوش نصیبی ہی تک محدود نہیں، معاملہ بڑی بھاری ذمہ داری کا بھی ہے۔ جس نے جناب رسول کریم کو جانا اور ان کا حق ادا کیا وہ مراد پا گیا۔ اور جس نے جانا مگر رسول کریم کے منصب کی حق ماری کی وہ تباہ ہو گیا۔ ہم میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ رسول سے محبت کرتے ہیں، مگر رسول کے احکام اور مطالبات کو قبول نہیں کرتے، اور کچھ ایسے ہیں جو محبت بھی کرتے ہیں اور طاعت بھی۔ کچھ آداب، سلام، قصیدہ گوئی، عاجزی بہت دکھاتے ہیں مگر رسول کے پیغام اور راستے کو قبول کرنے کے بجائے عمل کوئی دوسرا ہی رخ اختیار کرتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں کہ جن کی زبانوں پر درود و سلام، جن کے دلوں میں سوزِ محبت و عقیدت اور جن کے افکار، گفتار اور کردار پر حضور کا رنگ چھایا رہتا ہے۔

ربیع الاول ہم میں سے ہر ایک سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو؟ اصل میں پورے سلسلہ رسالت کے مطابق حضور کا ایک بڑا منصب ہے اور بھاری حقوق ہیں۔ آئیے ذرا اس پہلو سے حضور کے مرتبہ کی تھوڑی سی جھلک دیکھیں۔

یہ سب سے پہلے اس مشہور عام آیت ہی کو لیتا ہوں کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء - ۱۰۷) مطلب صاف ظاہر ہے کہ ہم نے آپ کو سب کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

رحمت کے معنی بعض لوگوں نے یہ بنا لیے ہیں کہ بس ہمہ وقت تم پر فور کی بارش ہو رہی ہے، برکتیں نازل ہو رہی ہیں، فلاح و سعادت سا یہ افگن ہے۔ اور کام کچھ نہیں۔ سب کچھ مفت!

رسول رحمت اس کے لیے ہیں جو ان کے پیغام کو، ان کی دعوت کو، ان کے دریں خلاق کو، ان کے نظام قانون کو دل سے اور زبان سے اور عمل سے ملنے۔ جو نہ مانے یا عملاً بات کو اختیار کرنے پر تیار نہ ہو، یا جو بھاری ڈیوٹی حضور فلاح انسانیت کے لیے لگانا چاہتے ہیں، اُسے قبول نہ کرے، تو پھر خدا کی رحمت اس طرح تو نہیں بانٹی جاتی کہ وہ اندھے کی ریوڑیاں ہیں۔

رحمت کا لفظ خدا کے لیے بھی آیا ہے، رسول کے لیے آیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ یہ لفظ خدا کی ہدایت اور کتاب کے لیے بھی آیا ہے۔ خدا کی کتاب یا ہدایت یا شریعت کے رحمت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ آپ نے کتاب کو چوم کر طاق پر رکھ دیا یا اسلام کے جادہ ہدایت اور قانون حیات کے متعلق چند اچھے فقرے کہہ دیئے یا غلبہ اسلام کی تحریک کی شان میں اچھے شعر لکھ دیئے تو اب گویا آپ پر رحمتوں کے دروازے کھل گئے۔ کتاب پر عمل کریں گے تو رحمت ہوگی، ہدایت کے راستے پر چلیں گے تو رحمت ہوگی اور قانون اسلام کے غلبہ اور اجراء کی سعی کریں گے تو رحمت ہوگی۔

اس بات کو سمجھنے میں شاید یہ حقیقت مدد ہوگی کہ حضور کے رحمت ہونے کی حقیقت کی تفسیر اس آیت سے ہوگی "إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا" (البقرہ - ۱۱۹) یعنی خدا نے آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ مضمون قرآن میں بہت سے مقامات پر وارد ہے۔ حضور ایک گروہ کے لیے بشارت دینے اور رحمت کا پیغام سنانے والے ہیں اور دوسرے کے لیے ڈرنے والے یا رحمت سے محرومی کے خطرے پر متنبہ کرنے والے ہیں۔

آپ کے دورِ سعادت میں پہلا گروہ وہ تھا جو آپ کی دعوت پر ایمان لا کر پوری طرح اطاعت و اتباع کرتا تھا، یہ تھا رحمت والا گروہ — دوسرا گروہ وہ تھا جو نہ ایمان لاتا تھا، نہ اطاعت کرتا تھا۔ یہ تھا محرومِ رحمت گروہ — ابتدائی دور میں صرف یہی دو گروہ تھے۔ کوئی تیسری قسم مسلمانوں کی نہ تھی۔ بعد میں منافقین کا ایک عنصر نمودار ہوا جو بیظاہر مومن اور بیاطن کا قریلوگوں پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد لمبے دور میں فرقے اور طرح طرح بھتیں، کلامیات اور فقہیات میں پیدا ہوئیں۔ پھر مسلمانوں میں محدوں کے افکار اور بے دین لوگوں کے طور طریق پھیلنے لگے اور ان کی وجہ سے مزید رنگارنگی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ بعد کے وہ تمام لوگ جو ایمانی معتقدات رکھتے ہوئے بے عملی اور بد عملی میں مبتلا ہوتے رہے، ان کے لیے اربابِ کلام و فقر نے ایک نیا تصور پیدا کیا کہ وہ اپنی بد عملیوں اور کوتاہ عملیوں کی سزا پانے کے بعد چاہے وہ پانچ لاکھ سال طویل ہوں محض اپنے ایمان کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے اور اس طرح وہ رحمت سے بہرہ مند ہو جائیں گے۔ گویا دس ہزار سال یا ستر ہزار سال یا پانچ لاکھ سال کی شدید ترین تعذیب تو بس یونہی بچوں کا کھیل ہوگی۔ پل میں اس سے فارغ ہو کر رحمت کے چمنستانوں کا رخ کریں گے۔

ہم دورِ نبوت اور دورِ رحمت و سعادت کے بعد پیدا ہونے والی ان اقسامِ مومنین کے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو عالمِ تصور میں مکہ کے دارِ ارقم میں لے جائیں اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت پر اس طرح بیعتِ ایمان و اطاعت کریں، جس طرح مکہ میں پائے جانے والے ایک ہی قسم کے مومنین و مسلمین نے کی تھی۔ اور عالمِ واقعہ میں دکھا دیا تھا کہ رسول پر ایمان لانے والا اور رسول سے محبت کرنے والا اور رسول کے خدائی پروگرام پر نقطہ بہ نقطہ عمل کرنے والا اور جان، مال، گھر بار لٹا دینے والا اور بشارت

لے ذرا ایسی بے خوفی اور بے پروائی رکھنے والے لوگ اپنی انکلی چراغ کی نو پر دس منٹ تک رکھ کر تو دیکھیں۔

اور رحمتوں کا مستحق مومن کیسا ہوتا ہے؟

دیکھیے ہر نبیؑ اور رسولؐ نے اپنے وقت میں بنیادی دعوت کے اندر اطاعتِ رسولؐ کو شامل رکھا۔ ہر نبیؑ نے قوم سے خطاب میں کہا کہ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا رُسُلَهُ (الشعراء ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۳۱، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۶۲، ۱۷۹)۔ ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے عذاب سے بچنے کے لیے میری اطاعت کرو۔ یہ مضمون دوسرے مقامات پر بھی مختلف الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

بلکہ واضح طور پر قرآن میں خدا کی طرف سے اصول بیان کر دیا گیا کہ ہم نے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا کہ خدا کے اذن کے تحت جس کی اطاعت نہ کی جائے۔ یعنی نبوت کا لازمی حق اطاعت ہے۔

سورہ انفال میں ایک نکتہ خاص بیان ہوا ہے۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا اللَّهَ وَأَتَّبِعُوا رَسُولَهُ وَهِيَ اتَّبَاعَتُكَ الْمُسْلِمِينَ (آیت - ۶۴)۔ حضورؐ سے فرمایا گیا کہ آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ مومنین جو آپ کا اتباع کریں۔ دیکھیے، یہاں رسولؐ کا اتباع کرنے والے مومن الگ کر لیے گئے اور خاص ان کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ لوگ آپ کے کام کے ہیں۔ رسولؐ اللہ کا آدمی — اور رسولؐ اللہ کے کام کا آدمی وہ ہے جو ایمان لانے کے ساتھ آپ کا اتباع بھی کرے۔

محبتِ رسولؐ کی شان کا پُر خلوص اظہار حضورؐ کے اتباع سے ہوتا ہے۔

محبتِ رسولؐ کی ایک کسوٹی سورہ فتح کی آخری آیت (۲۹) بھی ہے۔ اس میں توجہ طلب الفاظ "وَالَّذِينَ آمَنُوا" کے ہیں۔ آیت کلام کرتی ہے محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھیوں (یا رفقاء) کے متعلق۔ بنا بریں یہاں آگے جو عملی اوصاف بیان ہوئے ہیں

وہ خدا کے اُن بندوں کو نمایاں کر کے دکھائی دیتے ہیں جو حضور کے ساتھ ہیں، ہم سفر ہیں، ہم قدم ہیں، ہم مقصد ہیں اور ہم آہنگ ہیں۔ ظاہرات ہے کہ جو لوگ ان اوصاف سے عاری ہوں گے وہ (چاہے مومنین ہی کی ایک قسم ہوں اور دنیا و آخرت میں سزائیں بھگت کر دوزخ سے نجات پا ہی جائیں) حضور کے مطلوب ساتھی نہیں ہیں۔ حضور کو جیسے مردانِ حق کی ضرورت ہے اُن کی شان یہ ہے کہ اہل کفر اور اہل مخالفت کے لیے وہ صرف جنگی قوت کے لحاظ سے زیادہ سخت ہیں، بلکہ اُن کے نظریات کو قبول کرنے، ان کے تہذیبی اطوار کو اختیار کرنے، ان کی معاشرتی رسوم کو جذب کرنے کے لحاظ سے بھی نہایت محکم ایمان و مستحکم ذہنیت رکھتے ہیں۔ اُن کو تم ہمیشہ رکوع و سجود میں دیکھتے ہو کہ وہ اپنے رب کے لطف و رضا کے جویاں ہیں۔ سجدے کرنے سے اُن کی جبینوں پر نشان دکھاتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کا نقشہ تورات میں بھی بیان کیا گیا..... اور انجیل میں بھی۔ یعنی تورات اور انجیل کی تعلیمات کا مقصد بھی ایسے ہی انسان پیدا کرنا تھا اور اُن کتابوں میں بھی ان کے اوصاف ایسے ہی بیان کیے گئے تھے۔ یا یہ اشارہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ محمد رسول اللہ اور ان کے ہمسفرانِ جاہدِ حق کے ظہور کے بارے میں تورات میں بھی پیشگوئی ہے اور انجیل میں بھی۔

یہ بات تو واضح ہے کہ دین کی بنیادی صداقتیں ہر دورِ نبوت میں یکساں رہی ہیں۔ اسی سلسلے میں نبی و رسول اور پیروں کا تعلق بھی آتا ہے۔ اور اس تعلق کی صحت خدا سے درست تعلق کی ضمانت ہے۔ ایک خراب ہو تو دوسرا بھی خراب۔ جو نبی کا سچا ساتھی ہو وہ خدا کا بھی سچا بندہ اور سبب اللہ کا مخلص رکن اور شاہد علیٰ الناس اور مجاہد بالباطل ہے۔ یہی مضمون ایک اور آیت کی روشنی میں چمک اُٹھتا ہے۔

بنی اسرائیل سے ایک یشاق لیا گیا تھا جس کا واسطہ ان کے بارہ نمائندہ نقیب بنے تھے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اور تمہاری مدد کروں گا، بشرطیکہ تم میرے چند تقاضوں کو پورا کرتے رہو۔

وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ - اور خدا نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور اس کے بعد کلام اس لفظ سے چلتا ہے: "لَتُبْنَ" یعنی اگر تم یہ یہ کرو۔ کیا کیا کرو؟

لَتُبْنَ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي
وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا -

مطالبہ یہ ہوا کہ:

— تم اقامتِ صلوٰۃ کرو،

— تم زکوٰۃ دیتے رہو،

— تم میرے رسولوں پر (گذشتہ اور آئندہ) ایمان لاؤ۔

— اور مدد کرو ان کی (ان کے مشن کو غالب کرنے میں)۔

— اور اللہ کی راہ میں انفاق کرتے رہو (خدا کو قرض دینے کا یہی مفہوم ہے)۔

اس میں آپ نے دیکھا کہ خدا نے اپنے رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی دعوت و جہاد کی مہمات میں ان کی مدد کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور ساتھ ہی دوسری اہم چیزوں کا۔ بعض لوگوں نے یہ نکتہ پیدا کیا کہ "وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ" پر ایک جملہ ختم ہو گیا۔ آگے دوسری نئی بات ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر تم نے یہ اور یہ کچھ کیا، تو آیت کے آخری حصے میں جزا آتی ہے کہ میں تم سے تمہارے گناہ دور کروں گا اور تم کو جنت میں داخل کروں گا۔

اس نادر تفسیر کے معنی یہ ہوئے کہ میں تو ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔ البتہ اگر تم نے یہ اور یہ امور انجام دیئے تو اس کے خاص بدلے پاؤ گے۔ کوئی ضروری نہیں کہ تم نمازوں اور زکوٰۃ کے چکر میں پڑو، لازمی نہیں کہ میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور ضروری نہیں کہ انفاق کرو۔ ان کیوں کے باوجود میں تمہاری پشت پر ہوں اور تمہارا امدادی ہوں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہوگی کہ آیت کے مطالبات کو اگر پورا نہیں کرو گے تو نہ تو تم سے تمہارے گناہ دور کیے

جائیں گے، نہ ان کی سزا سے تم بچ سکو گے اور نہ سیدھے جنت میں لے جائے جاؤ گے۔ لیکن میں (یعنی اللہ تعالیٰ) پھر بھی تمہارے ساتھ ہوں، کیونکہ میرے ساتھ دینے کا معاملہ تمام عقائد و اعمال سے الگ ہے اور اسے ایک جداگانہ جملے میں بیان کیا گیا ہے جس میں کوئی شرط نہیں۔ یعنی میری حمایت و تائید اور حقیقت کو حاصل کرنے کے لیے کوئی امر بھی ضروری نہیں۔

کیا باقی سارا قرآن بھی یہی تعلیم دیتا ہے۔

سیدھی سی بات ہے کہ ساری گفتگو اس میثاق سے متعلق جو بنی اسرائیل سے لیا گیا اور اس میثاق کی وفات میں سے ایک "إِنِّي دَمَعَكُمُ" ہے۔ پھر آگے دوسری دفعات ہیں اور سب مل کر ایک میثاق بنتی ہیں۔ کسی گمراہی کے زور سے ایک میثاق میں سے جملوں کو توڑ کر الگ نہیں کیا جاسکتا۔

بہر حال اس آیت نے یہ شہادت دی کہ خدا کے رسولوں پر ایمان لا کر ان کی مہم میں ان کی بھرپور مدد کرنا خدا کی نصرت و تائید حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ معیتِ رسول اور معیتِ خدا دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔

۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

ان چیزوں کو سامنے رکھ کر میلا درِ رسولؐ کی صبح سعادت سے پوچھیے کہ رسولؐ کے ساتھ ہمارا معاملہ کیا ہونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقصد کے لیے کلمہ کا پیغام بھجیلا یا، ایمان کی دعوت دی، لوگوں سے بیعت لی، ان کی تربیت کی، ان کو منظم کیا اور ان سے پورا تعاون طلب کیا، ان کو شہادت علی الناس کے منصب پر قائم کیا۔ ان کو امتِ وسط کی ذمہ داریاں سونپیں اور پھر جلتے ناز سے میدانِ جہاد تک کے مراحل طے کیے۔ اور جس مقصد کے لیے ان کو لپکا راکہ آؤ اللہ کے کام میں، مددگار بنو، وہ مقصد وہی تھا جو تمام انبیاء و رسل کا تھا، یعنی لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ "لوگ عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں۔ اس فرض کے لیے ضروری تھا کہ کوئی فتنہ (مزاہمت کرنے والی قوت) باقی نہ رہے، اور نورِ خداوندی کی تجلیات کا اتمام ہو اور اسلام ایک دین اور تہذیب کی حیثیت سے ہر دوسری فکری یا سیاسی قوت کے مقابلے میں غالب ہو جائے۔

اب بیٹھ کر سوچھیے کہ جس رسولؐ کی محبت میں جلوس نکل رہے ہیں اور بھنڈیاں اور ٹارنیار ہو رہے ہیں، اس سے صبحِ طریقی معاملہ کیا ہے۔ اس سے آپ کا تعلق کیا ہونا چاہیے آپ کی دلچسپیاں کس طرف کی ہوں، آپ کی سوچ بچار اور آپ کی تگ و تاز کا سب سے بڑا محرک کیا ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے لوگوں کو اپنے ساتھ لینا چاہتے ہیں اور کیسے لوگوں کا تعاون انہیں فلاحِ انسانیت کی مہم میں درکار ہے۔ اس کے لیے قرآن نے اپنے کلام میں بہت سی صفاتی تصویریں بنا کر ہمارے سامنے رکھ دی ہیں۔ قرآن پڑھتے ہوئے ان سب پر غور کیجیے۔ میں یہاں صرف ایک مقام کا مفہوم (الاحزاب: ۳۵) اپنے الفاظ میں

بہ طور ترجمانی پیش کرتا ہوں :

اسلام پر کار بند مرد، اور اسلام پر کار بند عورتیں۔

نور ایمان سے بہرہ ور مرد، اور نور ایمان سے بہرہ ور عورتیں۔

خدا کی بندگی اختیار کرنے والے مرد، اور خدا کی بندگی اختیار کرنے والی عورتیں۔

راستی پر قائم مرد، اور راستی پر قائم عورتیں۔

صبر کیش مرد، اور صبر کیش عورتیں۔

نمازوں میں خشوع اور خلقت کے ساتھ تواضع کا رویہ اختیار کرنے والے مرد، اور نمازوں

میں خشوع اور خلقت کے ساتھ تواضع کا رویہ اختیار کرنے والی عورتیں۔

صدقہ و خیرات کرنے والے مرد، اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں۔

روزہ دار مرد، اور روزہ دار عورتیں۔

اپنی عصمتوں کے محافظ مرد، اور اپنی عصمتوں کی محافظ عورتیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد، اور اللہ کا ذکر کثرت سے

کرنے والی عورتیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سب کے لیے بخشش اور اجر عظیم مقدر ہے۔

ہم سب پر لازم ہے کہ یہ کسوٹی سامنے رکھیں اور سوچیں کہ محبت رسولؐ کے اس پیمانے پر

ہمارے خیالات و مقاصد اور مشاغل اور سرگرمیوں کا کیا حساب بنتا ہے؟

ایک دلچسپ بات کہ اس صغاتی خاکے کے خاتمے پر بھی رسالت کے مخصوص استحقاق کا ذکر

ہے ہے۔ آیت ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ ... الخ (الاحزاب: ۳۶) میں دین کا یہ اہل اُصول قاعدہ بیان

بیان کیا گیا ہے کہ تمام نماز روزے، صبر، انفاق، حیا داری اور دوسرے بہترین اعمال سے

مجھس بات اسی وقت بنتی ہے۔ جب رسولؐ سے اپنا تعلق درست کیا جائے۔ متذکرہ آیت کا

تقاضا یہ ہے کہ کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ خدا اور

کی طرف سے کسی معاملے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ان کو اپنے امر و مفاد کے لیے فیصلے میں دخل

دینے کا دیارِ ذوقبول، کا کچھ بھی اختیار رہے۔

جس معاملے میں خدا تعالیٰ کا واضح فیصلہ موجود ہے، وہاں آپ سر جھکا دیں۔

جس معاملے میں رسول اللہ کا ثابت شدہ فیصلہ سامنے آجائے وہاں دم بخود اور مہربان

ہو کر تسلیم کریں۔

یہ راہِ راست ان فیصلوں کو اپنے لیے بدلنا، ان پر نکتہ چینی کی یا ان کے صریح مفہوم کے بالمقابل من گھڑت تاویلوں کے بل پر کوئی نرالا مفہوم اختیار کر لیا اور صحابہ و تابعین اور مفسرین و محدثین اور آج تک کے بڑے بڑے قاضیوں (رجسٹروں)، اور مفتیوں (قانون دانوں) کی محنتوں اور کاوشوں کو مسترد اور ان کے اتفاق رائے کو کالعدم قرار دے دیا تو گویا اپنی حیثیت سے تجاوز کیا۔ اس تجاوز کے بعد آدمی کو سوچنا چاہیے کہ کس آسمان کے نیچے اور کس زمین کے اوپر اُسے پناہ ملے گی۔

آخرت کے لمحہ احتساب میں کھلے کافروں اور ظالموں کو تو جو کچھ بھگتنا ہے، اس کا اندازہ سورۃ الفرقان کے چند الفاظ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ ”يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عِيْسًا“ وہ دن کفار پر بڑا بھاری ہوگا۔ دوسرے نمبر پر ظالموں کا ذکر ہے جو اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائے گا۔ اور کہے گا کہ ”يَلْبِيْتِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا“ یعنی اے کاش! میں رسولؐ کے ساتھ اس کے راستے پر چلا ہوتا۔ پھر ایک تیسرے گروہ کا ذکر ہے کہ جب وہ لوگ آئیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے میرے رب میرے ان لوگوں نے اس قرآن کو متروک و ہجور چھوڑ دیا۔ یعنی قرآن کوئی اور راستہ بتا رہا اور یہ کسی اور طرح عمل کرتے رہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی ”شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں اس آیت کے متعلق رفاۃ نمبر ۱۱ - ص ۴۷۰، ۴۶۹: بطور تنبیہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے، تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبیر نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی تصحیح قرأت کی طرف توجہ نہ دینا، اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجرانِ قرآن کے تحت میں داخل

ہو سکتی ہیں -

یعنی یہ پہلو واضح ہو گیا کہ قرآن سے مفارقت کی بہت سی صورتیں مسلمانوں میں بھی پائی جاسکتی ہیں۔ اور ان پر بھی آیت متذکرہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

اس حقیقت کی تائید ایک اور آیت سے ہوتی ہے جو بتاتی ہے کہ مسلمانوں کا یہ طریقہ نہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات سنائی جائیں تو وہ اندھے پھرے ہو کر ان کے لیے گریں۔ (الفرقان - آیت ۷۳)

بالفاظ مولانا شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ مطلوب یہ ہے کہ اہل ایمان قرآن کو نہایت فکر و تدبیر اور دھیان سے سنیں اور سن کر متاثر ہوں۔ مشرکین کی طرح پتھر کی مورتیں نہ بن جائیں۔

یعنی قرآن کے ساتھ یہ معاملہ کہ اس کے لیے آدمی پتھر بن جائے، اس کا دل اور ذہن جامد ہو جائیں، وہ اس میں فکر و تدبیر نہ کرے، وہ اس کے احکام کی تعمیل نہ کرے اور اس کے منہیات سے اجتناب نہ کرے تو پھر معاملہ وہی ہجران کا ہوا۔ اور جہاں نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ تلاوت کا رشتہ بھی باقی نہ رہے، وہاں تو ہجرانِ کامل ہو گیا۔

تو اس ساری گفتگو کا مقدمہ یہ ہے کہ ہم اس مصیبت سے دوچار نہ ہوں جس کا سامنا کرتے ہوئے ظالم کہیں گے کہ: **يَلِيَّتِي اَتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيْلًا**
ہمارا اہم فریضہ معیتِ رسولؐ یا نصرتِ رسولؐ یا تائیدِ رسولؐ ہے۔ ہمیں قافلہ رسالت کے ساتھ ہو کہ صراطِ مستقیم پر چلنا چاہیے۔ صرف یہی صورت ہے کہ محبت اور طاعت دونوں مل کر ایک چیز بن جاتی ہیں۔

ہر بیع الاقول کو گزار کر دیکھیے کہ وہ آپ کو معیتِ رسولؐ اور طاعتِ رسولؐ اور ایسی حقیقی محبتِ رسولؐ کے مراحل کس قدر طے کرا گیا ہے۔ یا آپ اس میں جہاں تھے، یہاں اس سے بھی پیچھے آگئے۔ خارجی رونقوں اور تماشوں میں نہ کھو جائیے، اپنے داخلی احوال کا جائزہ لیجیے۔